اولاد کی تربیت

سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

مفتی محمد طلحہ اظہر

ABSTRACT

NOURISHING OF CHILD'S

Caring of children's religious upbringing has been important not only in this era, but also in every step of life. Having children preactising Deen also helps the rest of the family being practising.

Apart from being a devotedly practicing Muslim who offers Salat in the first row in Masjid, observes fasting and performs other religious rituals, one should be observant and caring of their family and relatives' affiliation with Deen. Being satisfied of one's own religious performances also includes being caring of one's children's practices.

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُولِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۝ (التحریم:۶)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلک لمن الشھدین الشاکرین۔ والحمد للہ رب العلمین۔

اولاد کی تربیت ایک مخصوص زمانہ کی ضرورت نہیں۔ بلکہ زندگی کے ہر قریب آتے موڑ کی ضرورت ہے۔ مگر دورِ حاضر میں اس کی ضرورت اشد نظر آتی ہے کیونکہ آج کل یہ منظر بکثرت مشاہدے میں آتا ہے کہ آدمی اپنی ذات میں تو بڑا دیندار ہے۔ نمازوں کا اہتمام ہے۔ صف اول کا مقتدی ہے۔ اور دوسرے ارا کین اسلام بھی ادا کر رہا ہے۔ لیکن اگر ایک نظر اس کے اہل وعیال کی طرف کی جائے۔ تو وہ اس کے بالکل برعکس ہیں۔ اور ان کے رہن سہن میں کھلا تضاد ہے۔ اور وہ شخص اس بات پر مطمئن ہے کہ جس صف اول کا نمازی ہوں۔ مگر اللہ نے کامیابی شخصی اصلاح پر نہیں بلکہ رعیت کی مسؤلیت اور اسکی درست جوابدہی سے جوڑی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ وَكُلُّكُمْ مسئولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ

ترجمہ: تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے۔ اور ہر شخص سے آخرت میں اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

شخصی اصلاح نجات کے لئے کافی نہیں:

اس آیت مبارکہ **یآیھا الذین امنو قوا انفسکم واھلیکم (الایة)** میں اللہ تعالیٰ نے ہر شخص پر ذمے داری عائد کی ہے کہ اے ایمان والوں آگ سے خود بھی بچو اور اپنے اہل وعیال کو بھی بچاؤ قصہ یہاں تمام نہیں کہ تم خود اوامر پر عمل اور نواہی سے بچنے کی کوشش کرو۔ اور نہ تو اپنے اہل وعیال کو پابند کرو اور نہ انکو تنبیہ کرو، آج یہ منظر بکثرت، مشاہدے میں آتا ہے کہ ایک شخص خود تو نمازی پرہیزگار اور بڑا دیندار ہے۔ مگر ہم جب اس کے اہل وعیال کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کے بالکل برعکس ہیں جب انسان کو اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچانے کی فکر نہ ہوتو، اس کا اپنا عمل اس کی نجات کے لئے کافی نہیں۔ اور کوئی شخص محض یہ کہہ کر اپنی جان نہیں چھڑا سکتا کہ میں تو اپنے عمل کا مکلف تھا۔ اگر اولاد نے نہ کیا تو میں کیا کرتا۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دراصل ایک اشکال کو رفع کیا ہے اشکال یہ ہے کہ بکثرت لوگوں سے بات سننے کو ملتی ہے کہ ہم نے اپنی اولاد کو بہت سمجھایا ہے۔ اچھے عمل کی ترغیب دی ہے۔ دین کے راستہ پر چلنے کا شوق دلایا ہے۔ مگر وہ مانتے نہیں۔ زمانے اور ماحول کا اثر لئے ہوئے ہیں۔ اور ان سے متاثر ہو کر انکے رنگ میں رنگ گئے ہیں۔ اور ہماری بات نہیں مانتے۔

دراصل اسی اشکال کو قرآن مجید کی اس آیت نے رفع کیا ہے اور آگ کا ذکر فرمایا۔ "**قوا انفسکم واھلیکم نارا**" کہ جیسے دنیاوی آگ سے اپنی اولاد کو اور اپنی بیوی کو بچاتے ہو اسی

طرح گناہوں سے بھی ان کو بچانے کی حد درجہ تک کوشش کرو ہاں یہ بات اصولی ہے کہ اگر والدین نے اپنی جانب کوشش کی مگر اولاد نے انکی باتوں پر عمل درآمد نہیں کیا تو والدین انشاء اللہ عنداللہ بری الذمہ ہوں گے۔ لیکن اس بات پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ والدین نے کس حد تک اپنی اولاد کو بچانے کی کوشش کی کیا وہ فکر اتنی تھی جتنی دنیاوی آگ سے بچانے کے لئے ہوتی ہے۔ جب آپ دنیاوی آگ سے اپنے بچے کو بچانے کے لئے زبان کے چند بولوں پر اکتفاء نہیں کرتے تو جہنم کی آگ جس کی شدت کا اندازہ دنیا میں لگایا ہی نہیں جاسکتا اس کے لئے کیا انکو محض چند دفعہ سمجھانا کافی ہوگا اور کیا اس طرح آپ کا فریضہ ادا ہو جائے گا؟

آج ہمیں دین کے احکام کی ہی فکر نہیں باقی ہر چیز کی فکر ہے کہ اس کا کیریئر کیسے بن جائے کیا کرے جو مستقبل روشن ہو جائے مگر اگر وہ نماز نہ پڑھے یا دین کے دوسرے احکام بجا نہ لائے تو اس کی فکر نہیں، لوگ یہ مثال تو دیتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی تو پانی میں غرق ہوا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ کیونکہ إِنَّهُ عَمَلٌ غیر صالح اس کا عمل اچھا نہیں تھا۔ لیکن یہ بات بھی تو سوچیں والدین کے حضرت نوح علیہ السلام نو سو سال (۹۰۰) تک اسے تبلیغ کی ہے اور سمجھایا ہے اور اس کے بعد بھی وہ نہ مانا تو کیا آج والدین یہ سمجھتے ہیں کہ آج وہ چند الفاظ بول کر اپنے فریضے سے سبکدوش ہو جائیں گے اسی لئے اگر ہم اپنی نسل کو بہتر حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں تو اہم یہ ہے کہ شخصیت انسانی کو اعلیٰ کردار کی چوٹی تک پہنچایا جائے۔ اور اس امر کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ تربیت کے کچھ اصول ہیں جس پر انسان کی نشوونما کی جاتی ہے اور ہر معاشرے اور اس وقت کے حالات سے یہ بدلتے ہیں۔

اسی طرح اگر کسی شخص کی تربیت مغربی معاشرے میں ہو تو اس میں انانیت، سستی اور کمزوری، ذخیرہ اندوزی، مکاری اور اس جیسے دوسرے غلط عناصر کی بو ہوتی ہے، لیکن اگر اس کے برعکس اگر کسی کی تربیت اسلامی معاشرے میں اور اسلامی اصولوں کے مطابق کی جائے تو وہ آپ کو ایک اچھی سوچ اور معاشرے کی دینی و دنیاوی ترقی میں کوشاں نظر آئے گا، اور اس کا تعلق اپنے رب سے مضبوط رہے گا جو کہ اس کے لئے فلاحِ دارین اور اس کے والدین کے لئے درجات کی بلندی کا باعث ہوگا۔

اذا مات الانسان انقطع عمله الامن ثلاث، صدقة جارية اوعلم ينتفع به، اوولد صالح يدعوله۔

بچے کی تربیت میں والدین سب سے بڑا کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ بچے کی پہلی درسگاہ اس کی ماں کی گود ہے۔ اور باپ کی آغوش ہے لہٰذا والدین اچھی تربیت کر کے اسے کامیاب اور بااخلاق انسان

بنا سکتے ہیں یا پھر اس کی غلط تربیت یا تربیت سے غفلت برت کر اسکے بگڑنے کی راہ ہموار کر سکتے ہیں۔ فی زمانہ اگر اولاد پر ماں، باپ کی نگاہیں اور ان کی تربیت نہ ہوتو اولاد کا بگڑنا یقینی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَکْرِمُوا اَوْلَادَکُم واحسنوا ادبهم

اولاد کو عزت دو اور ان کی اچھی تربیت کرو۔

مذکورہ حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو عزت دو یعنی والدین اپنی اولاد کو بہترین خطاب دیں اسے اچھے نام سے دوسروں کے سامنے پکاریں۔ اور اگر ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو بھری محفل یا سرعام سرزنش نہ کریں۔ اسی سے ان کی بے عزتی ہوگی۔ اور سرزنش سے مقصود ان کی تربیت ہے نہ کہ ان کی بے عزتی اسی طرح جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے بندوں سے فرمایا: یا یہا الذین امنوا یہ بہت عزت اور مرتبے والا خطاب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جس میں اس کے بندوں کی عزت افزائی ہی ہے۔

اپنے بچے کی تعلیم و تربیت میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے کیوں کہ بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو وہ غیر مانوس ہوتا ہے، مگر ماں مقررہ وقت پر اسے دودھ پلاتی ہے اور اسکی صفائی، ستھرائی، اور سردی اور گرمی کے اثرات سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے اسی لئے بچہ گھر کے دوسرے افراد کی بنسبت ماں سے زیادہ مانوس ہوتا ہے۔ تو اس لئے ماں کو چاہیے کہ وہ جس طرح بچے کی ظاہری پاکی اور اچھی نشونماء کے لئے کوشاں ہے اسی طرح وہ اس کی اخلاقی تربیت میں بھی کوئی چوک نہ کرے اس کے اعمال، عادات اخلاق کو دیکھے ہر وقت گاہے گاہے تنبیہ کرتی رہے عموماً بچہ چار، پانچ سال کی عمر میں بات سمجھنے لگتا ہے تو اس کی اخلاقی تربیت کے لئے اچھے ہم عمر فراہم کرے، اچھے واقعات کے ذریعے اخلاق اور مستقبل کی سمت کو درست کرے بہت سی نامور ہستیوں کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کو یہ مقام سربلندی والدہ کی نیک تربیت کیوجہ سے حاصل ہوا، اور عموماً اس لڑک پن کی عمر میں جو بات اس نونہال کو سمجھائی جائے وہ اس کے ذہن پر ثبت ہوجاتی ہے دراصل ماں کی گود ایک ایسا مدرسہ ہے جہاں بچہ زندگی کے بنیادی اسباق سیکھتا ہے اور اس پر عمارت بنانے کے لئے آنے والی زندگی کا سمتِ سفر متعین کرتا ہے رسول ﷺ نے عورت کی ذمہ داری بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

والمرأةُ راعيةٌ في بيت زوجها ومسئولة عن رعيتها

عربی کا مشہور شعر ہے۔

الام مدرسة اذا اعدتها اعددت شعباً طيب الاعراق

ماں ایک مدرسہ ہے اگر تم اس کو تیار کرو گے تو تم پوری با اخلاق قوم کو پیدا کرو گے۔

بچوں کی تربیت کے لئے ماں کی اہمیت:

علامہ سید مجتبی موسوی اپنی کتاب ''مغربی تمدن کی ایک جھلک'' میں رقمطراز ہیں۔

''عورت اپنے بدن کے لحاظ سے اور بیالوجی و وظائف کے ماتحت خاص وضع کی حامل ہے۔ صناع ازل نے اس کو مخصوص مصالح سے آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ اور اس میں بھی قوت ودیعت کی گئی ہے کہ اپنے فرائض با قاعدگی سے انجام دے سکے عورت کی جسمانی قابلیت اور مادری خصوصیت نے اس میں ایک خاص قسم کی فکری و عاطفی کیفیت پیدا کر دی ہے جس کی بناء پر اس میں اپنا اہم فریضہ بچہ کی پرورش ونگہداشت بجالانے کی خوبی موجود ہے۔ بچوں کی خواہشات فطری تقاضے عورت کے دامن میں آکر محفوظ ہوجاتے ہیں کوئی دوسری چیز عورت کی جگہ پر نہیں کرسکتی۔ جو بچے ماں کے سایہ عاطفت سے محروم رہتے ہیں۔ اور ماں کی خصوصی شفقتوں سے محروم رہتے ہیں وہ بہت سی روحانی اور ذہنی الجھنوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔''

بچوں کی تربیت کے مختلف مدراج اور طریقہ کار:

بچے کی ابتدائی عمر اس کی زندگی کے اہم ترین سال ہوتے ہیں علماء تربیت اس معمولی عرصہ کو تکوینی سال سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ بچہ جو باتیں اپنی عمر کے اس حصے میں سیکھتا ہے اس کے دل میں وہ راسخ ہو جاتی ہیں اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بچے کو اعلی تربیت کے زیور سے آراستہ کیا جائے اور اس کی تربیت میں ذرا بھی سستی نہ کی جائے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بچوں کی تین عادات پر تربیت کرو رسول اللہ ﷺ کی محبت، اہل بیت کی محبت، اور قرآن کریم کی تلاوت۔

حجۃ الاسلام امام غزالی اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں کہ بچوں کو قرآن کی تعلیم دو، بزرگوں کے واقعات سناؤ اور احکام دینیہ سکھاؤ اور ان کی توجہ ان احکام کی اہمیت کی طرف مبذول کراؤ۔

☆ بچپن انسان کی زندگی کا ایسا عمدہ ترین زمانہ ہے جس میں انسان ہر قسم کی عادات اپنا سکتا ہے خواہ اچھی ہو یا بری۔

☆ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے ہیں کہ بچپن انسانی زندگی کے اہم ترین مراحل میں سے ہے بچپن بعد کی زندگی کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے اسی زمانے ہیں احساسات جنم لیتے

ہیں انسانی عقل نشوونما پاتی ہے اور میلان طبع کی حدیں مقرر ہوتی ہیں اور انسان کی شخصیت بنتی یا بگڑتی ہے۔

☆ ابتدائی چند سال بچے کے لئے ایک خالی زمین کی مانند ہوتے ہیں جس میں جو چاہے بویا جاسکتا ہے اور اس کے والدین اس کی سوچ کو تقویت دے سکتے ہیں۔ جس کا پھل وہ آگے جا کر کاشت کرتا ہے اس لئے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے عمل کے ذریعے اسے صرف اور صرف فضیلت کے کام سکھائیں اور اسی کی تلقین کریں۔

☆ اسلام نے نومولود کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اس کی پیدائش سے پہلے ابتدا سے انتہاء تک کہ تمام قواعد وضوابط کو تشکیل دیا ہے کیونکہ آج کا نومولود کل کا مرد معاشرے کا ایک حصہ کسی کا باپ، کسی کا بھائی اور اس سے بڑھ کر امت محمدیہ کا ایک ستون ثابت ہوسکتا ہے اس لئے اسلام اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ بچے کے لئے ہر اس چیز کا حصول ممکن بنائیں جو اس کیلئے دنیا وآخرت میں سودمند ہو۔

☆ بچے کے دل میں ایمان باللہ کے اثر کو راسخ کریں۔ اسے ایسے الفاظ ومعانی کی تلقین کریں جس سے اس کے دل میں اللہ اور اس۔ کے رسول کی محبت پیوست ہو جائے۔

☆ واجبات دین کا قیام اس کی گھٹی میں ڈالیں تاکہ وہ روحانی اور جسمانی دونوں طور پر ان کے بجالانے کا عادی ہو اور فرائض و واجبات کو پورا کرنے میں کبھی بھی کہیں بھی کسی قسم کی عار محسوس نہ کرے۔

یہ بات بچے کے والدین کے لئے نہایت مفید ہوگی کہ وہ بچے کی زندگی کے طبعی حالات کی تربیت سے آگاہ ہوں۔ اس واقفیت سے دو فائدے ہوں گے ایک تو یہ کہ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اپنے بچے سے کس قسم کی توقعات رکھیں؟ دوسرے ان کو ٹھیک وقت پر ایسی غیر طبعی حالت کا پتا چل جائے گا جس کا درست کیا جانا ضروری ہوگا اور اس کی اصلاح کے لئے وہ مناسب کاروائی کرسکیں گے۔

بچوں کے کھیل کا ثبوت احادیث کی روشنی میں:

بچے کیلئے دوسرے سال سے ساتویں سال تک کا زمانہ کھیل کود کا زمانہ ہوتا ہے اور یہ حق قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے اسی لئے اسلام بچے کے حق کو بیان بھی کرتا ہے اور اس کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ اس عرصہ میں بچے کو کھانے سے زیادہ فکر کھیل کی ہوتی ہے۔ اور وہ کھانے پینے سے حاصل ہونے والی طاقت کو کھیل کود میں صرف کرنا چاہتا ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے بیان کیا۔

کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کی محبت اتنی شدید ہوگئی کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں کے ساتھ باہر کھیلنے کودنے سے منع کر دیا تو یہی وہ حیلہ تھا جو ان کے بھائیوں نے اپنایا جیسے قرآن بیان کرتا ہے۔

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ (یوسف آیت ۱۲)

ترجمہ: کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ کھائے اور خوب کھیلے۔

اچھا اور نفیس کھیل کود بچے کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور جسمانی لحاظ سے اس کو چست و توانا رکھنے میں مدد دیتا ہے اس کو سیکھنے کی صلاحیت و جستجو بچے میں بڑے ہونے کی نسبت بچپن میں زیادہ ہوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے۔

عرامة الصبی فی صغرہ زیادۃ فی عقلہ فی کبرہ۔

بچے کا بچپن میں کھیل کو اور چاق و چوبند ہونا بڑے ہو کر اس کے عقلمند ہونیکی دلیل ہے۔

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ اور عبید اللہ اور کثیر بن عباس رضی اللہ عنہم کو صف بنا کر کھڑا کرتے اور فرماتے کہ تم میں سے جو پہلے میرے پاس پہنچے گا اسے فلاں فلاں چیز ملے گی راوی کہتے ہیں کہ جب ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور حضور ﷺ کے سینے اور کمر پر گر پڑتے اور پھر حضور ان کو چومتے اور سینے سے لگاتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ اچھے تھے ایک روز آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا، تو میں نے کہا اللہ کی قسم میں نہیں جاؤنگا اور میرے دل میں یہ تھا کہ میں جاؤں گا۔ جس کا رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا ہے چنانچہ میں آپ کے پاس سے نکلا یہاں تک کہ میرا گزر ایسے لڑکوں کے پاس سے ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے اچانک رسول اللہ ﷺ نے پیچھے سے میری گدی پکڑ لی جب میں نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا تو وہ ہنس رہے تھے پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے انس کیا تم وہاں سے ہو آئے ہو جہاں تمہیں بھیجا تھا، تو میں نے جواب دیا جی ہاں! اللہ کے رسول اللہ میں ابھی جارہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نو سال تک خدمت کی اس عرصے میں کبھی حضور ﷺ نے مجھ سے کسی کام کے بارے میں جو میں نے نہیں کیا نہیں پوچھا کہ تم نے یہ ایسے کیوں نہیں کیا اور جو میں نے کام کیا اس کے بارے میں یہ نہیں پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔

رسول اللہ ﷺ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے سامنے زبان باہر نکالتے اور جب وہ سرخ سرخ زبان دیکھتے تو لپکنے کی کوشش کرتے۔

اکثر والدین بچوں کو کھلانے (کھیل کود) سے روکتے ہیں بلکہ انکو ڈراتے اور ان پر سختی کرتے ہیں اور ان کی نقل و حرکت پر نظریں جمائے رکھتے ہیں اور انہیں کھیل کود سے باز رکھ کر ان کی آزادی سلب کرتے ہیں۔

جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچے کی زندگی گھٹی گھٹی سی ہوجاتی ہے اور آنے والے وقت میں وہ بھی سنگدل اور جفا کار ہوجاتا ہے

بعض والدین اپنے بچوں کو باہر کھیل کود کیلئے نہیں جانے دیتے، بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا بچہ باہر بھی نہیں جاتا اور ٹی وی بھی نہیں دیکھتا بس ویڈیو گیمز یا کمپیوٹر پر گیم کھیلتا ہے اور والدین اس کو خود سی ڈیز لاکر دیتے ہیں تو یاد رکھیں آج وہ گیم کھیل رہا ہے کل ڈرامے فلم دیکھے گا اور آج گیم کی سی ڈی ہے کل فلم کی اور پھر فحش چیزوں کی سی ڈی لگائے گا تو شروع سے عادت ہی ایسی نہ ڈالیں اور تربیت ہی ایسی کریں کہ وہ غلط چیز کی طرف مائل نہ ہو۔

وہی شخص نئی نسل کی تربیت میں کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے جس میں مندرجہ ذیل صلاحیتیں ہوں۔ محنتی اور قابلیت کے اعلی درجہ پر فائز ہو بامروت ہو باعمل ہو۔

کیا معلم کی ذمہ داری صرف تعلیم دینا ہے؟

انما اناکم بمنزلۃ الوالد اعلمکم

ترجمہ: میں تمہارے لئے والد کی طرح ہوں جو تمہیں علم سکھا رہا ہوں۔

معلم اپنے کام اور ذمہ داری کیساتھ ان طلباء کے درمیان اپنے اوقات گزارتا ہے جن کی عادات، ذہانت، اخلاق، اور تربیت مختلف ہیں۔ اسلئے اسے چاہیے کہ اپنے اخلاق اور کردار کے ذریعے ان سب کو اپنا گرویدہ کرلے اور ان کے ساتھ ایسے رہیں جیسے ایک والد اپنی اولاد کے ساتھ شفقت سے رہتا ہے۔

معلم کی ذمہ داری صرف طلباء کے ذہنوں میں معلومات بھرنا نہیں ہے بلکہ یہ دائرہ کار تربیت کے کناروں کو بھی چھوتا ہے اس لئے معلم کو چاہئے کہ طالب علم کی ہر طرح سے تربیت کرے جس کا زیادہ تر تعلق عقائد اور کردار کے ساتھ ہے جو عقائد دین و احکام شرع کے منافی ہیں ان سے روکنا اور ان کی اہمیت دل میں راسخ کرنا یہ تعلیم کا حصہ ہے۔

جیسے کہ حضور ﷺ صحابہ کرام ؓ کو نا صرف یہ کہ احکام شرعیہ کی تعلیم دیتے بلکہ بروقت اور

مناسب انداز میں تربیت بھی فرماتے حضور کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات طشت بام ہوتی ہے کہ حضور ایک بہترین معلم کے ساتھ، ساتھ حکمت دان شفیق ناصح، مرشد، اور مخلص انسان بھی تھے۔

اذا ضرب احد کم خادمه فلیجتنب الوجه

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی اپنے غلام کو مارے تو چہرے پر نہ مارے۔

اول تو بچوں کی غلطی کو دیکھ اکر انکا بچپنا سمجھتے ہوئے درگذر دعفو والا معاملہ کیا جائے۔ لیکن اگر بطور تنبیہ سزا دینا مقصود ہو تو والدین یا معلم کو چاہیے کہ بچے کے چہرے پر نہ ماریں، کیونکہ اس سے اس کے چہرے کی ساخت خراب ہونے یا آنکھ اور کان ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔

اور حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

من یحرم الرفق یحرم الخیر

ترجمہ: جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ تمام بھلائیوں سے محروم کیا گیا۔

اس لئے طالب علم ہوں یا اولاد حد درجہ نرمی اختیار کی جائے اور جو والدین یا اساتذہ بچوں سے بے جا اور سنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ان کے اور بچوں کے درمیان فاصلے بڑھ جاتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا

ما کان الرفق فی شئ الا زانه ولا تزوع من شئ الا شانه

ترجمہ: جس چیز میں بھی نرمی ہوتی ہے وہ اسے مزید خوبصورت بنا دیتی ہے۔ اور جس چیز سے بھی نرمی نکالی جاتی ہے وہ اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔

کامیاب استاد دوران سبق اپنے اعصاب پر کنٹرول رکھتا ہے اور جو شخص کامیاب استاد اور حقیقی نرم دل بننا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اپنے غصے کو قابو میں رکھے حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

لیس الشدید با الصرعة انما الشدید الذی یملك نفسه عند الغضب

ترجمہ: بہادر وہ نہیں جو کشتی میں کسی کو پچھاڑ دے بہادر وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔

سزا کا طریقہ کار:

سزا دینے میں حتی الامکان نرمی برتی جائے اور وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس میں بچے کی اہانت بھی نہ ہو اور وہ آپ سے متنفر بھی نہ ہو اس کی ہمیں واضح مثال حدیث سے ملتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لڑکا کھانا کھا رہا تھا اور اس کا ہاتھ کھانے کے برتن میں ادھر اُدھر گھوم رہا تھا کبھی دائیں سے کھاتا کبھی بائیں سے تو حضور ﷺ نے اسے یوں تنبیہ فرمائی۔

یا غلام بسم اللہ وکل بیمینک وکل مما یلیک

ترجمہ: اے لڑکے، اللہ کا نام لے کر کھا، اور دائیں ہاتھ سے کھا، اور اپنے آگے سے کھا۔

اسی لئے حضرت ابو ہریرہؓ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضور ﷺ کے ہمراہ بیٹھے تھے، اسی دوران ایک بدوی، اس وقت کا دیہاتی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام چیخ چیخ کر کہنے لگے، رک جا رک جا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا تزرموہ دعوہ

اس کا پیشاب منقطع نہ کرو اسے چھوڑ دو،

صحابہ نے اسے چھوڑ دیا یہاں تک کہ اس نے پیشاب مکمل کر لیا پھر حضور ﷺ نے اسے بلایا، اور اس دیہاتی سے مخاطب ہو کر کہا۔

ان المساجد لا تصلح لشئ من ھذا البول لقذر انما ھی لذکر اللہ والصلاۃ قرارۃ القراٰن

ترجمہ: یہ مساجد اس پیشاب اور گندگی کے لائق نہیں ہیں یہ تو ذکر، نماز، تلاوت اور قرآن کے لئے ہیں۔

پھر حضور ﷺ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

انما بعثتم میسرین، ولم تبعثوا معسرین، صبوا علیہ دلو الماء

تم آسانی کرنیوالے بنا کر بھیجے گئے ہو نہ کہ تنگی کرنیوالے اس پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔

ادع الی سبیل ربك با الحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجاد لھم با التی ھی احسن ان ربك ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ و ھو اعلم با المھتدین۔ (النحل آیت: ۱۲۵)

لوگوں کو حکمت عملی اور دانشمندی سے اور نیک نصیحت سے اپنے رب کی طرف بلاؤ۔

بدوی نے کہا ''اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے

ساتھ کسی کو شامل نہ فرمانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ سن کر ارشاد فرمایا **لقد تحجرت واسعاً**۔

ترجمہ: یہ دعا کر کے تو نے ایک وسیع چیز کو بند کرنا چاہا ہے۔

والدین یا اساتذہ کو چاہیے کہ جب وہ کوئی ایسی بات بچوں میں دیکھیں جو ان کیلئے مناسب نہ ہو تو وہ تنبیہاً غصے سے منہ پھیر لیں یہ غصے سے منہ پھیرنا شاگرد اور اولاد کی طبیعت پر بہت گراں گزرتا ہے اور وہ اپنی غلطی سے باز آجاتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں حضور کی سیرت طیبہ میں ملتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنبیہاً چہرہ مبارک پھیر لیا کرتے تھے۔

جب کسی بچے نصیحت وخیر خواہی اور رہنمائی فائدہ نہ دے تو گناہ کے موقع پر اسے تنبیہاً جھڑکنا چاہیے اور ایسے انداز سے ملامت کرنی چاہیے کہ وہ ذہنی تکلیف محسوس کرے اور اس شنیع عمل سے باز آجائے۔

علقو السوط حیث یراہ اھل البیت

ترجمہ: جہاں گھر والوں کی نظر پڑتی ہو وہاں کوڑا لٹکا دیا کرو، کیونکہ یہ ان کو ادب سکھانے کا طریقہ ہے۔

ابن انباری فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے مراد مارنا نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشاء یہ ہے کہ گھر والوں پر اپنا رعب رکھو تا کہ وہ غیر سنجیدہ افعال سے باز رہیں۔ اور اعلیٰ خوبیاں اور نیک عمل اختیار کریں۔

احادیث میں تربیت کے بارے میں آتا ہے کہ تربیت کیسے کرنی چاہیے کب ان پر نرمی کرنی چاہیے اور کب سختی۔

لا أکرمرا أولاد کم وأحسنوا ادبھم

ترجمہ: اپنی اولاد کا اکرام کرو اور انہیں اچھی تربیت دو

ان من حق الولد علی والدہ أن یعلمہ الکتابۃ وأن یحسن اسمہ

ترجمہ: والدین پر حق ہے کہ وہ اس کی اچھی تربیت کریں اور اسکا نام اچھا رکھیں یعنی کہ ہر موقع کی نزاکت سے اسے سمجھائیں کہ کب، اور کہاں، کس سے اور کیسے اپنے مزاج میں تبدیلی لانی ہے اور کس انداز میں لانی ہے اور اس کا نام اچھے سے اچھا منتخب کریں جس میں انبیاءؑ یا صحابہ کرامؓ کی نسبت ہو اور یقینی نام کے اثرات شخصیت پر اثر انداز ہوتے ہیں لہٰذا نام کے انتخاب کے وقت والدین کو چاہیے کہ

وہ بہترین نام کا انتخاب کر کے اس فریضے سے سبکدوش ہوں۔

بچوں کی تربیت اور ماہرین نفسیات کی آراء:

جب بچوں میں برائیاں آجاتی ہیں تو وہ سماجی اور اقتصادی اعتبار سے ماں باپ کیلئے عذاب بن جاتے ہیں اگر ان کی عادات واطوار اچھے نہ ہوں تو وہ یقیناً والدین کیلئے تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے دراصل اس مسئلے پر سنجیدگی اور باریکی سے غور کرنے کی ضرورت ہے جس کی بنیاد نفسیات ہے اور بچوں کی اس نفسیات کا والدین کو ضرور علم ہونا چاہیے۔ ماہرین نفسیات کی رائے یہ ہے کہ بچے والدین کے غلط سلوک کی وجہ سے بگڑتے ہیں عام طور پر والدین جو بنیادی غلطیاں کرتے ہیں ہم اس پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں۔

☆ بچوں کو مارنا پیٹنا یا دوسری طرح کی سزائیں نہیں دینی چاہیے اس سزا کے ردعمل میں ان کے اندر انتقام کی آگ پرورش پاتی ہے۔ جس سے آخرکار وہ بغاوت پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ اور ان کے رجحانات غلط راہ پکڑتے ہیں۔

☆ بچہ اگر ایک طرف محبت کا بھوکا ہے تو دوسری طرف اس کی شخصیت احترام کی بھی طالب ہوتی ہے بنیادی مطالبات پورے کرنا اور اس کے جذبات کی قدر کرنا ہی وہ اپنا احترام سمجھتا ہے۔

☆ محبت اور شفقت کی بھوک بچوں میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں اس پودے کو مضبوط تن آور اور پھل دار درخت بنانے کیلئے سینچائی کا کام کرتی ہیں۔ ان کے رجحانات اور ذہنی ارتقاء صحیح سمت کی طرف گامزن ہوتی ہے۔

☆ بچے کو ہر وقت جا بجا ڈانٹنا، اور پابندیاں لگانا، جیسے کہ یہاں مت بیٹھو، وہاں مت جاؤ، یہ کیوں کیا، اس طرح کے سوالات سے وہ اپنی آزادی مسلوب سمجھتا ہے۔

☆ والدین بچے سے اس کی عمر سے زیادہ کی امیدیں نہ لگائیں کہ وہ سمجھدار اور بڑے لوگوں کی طرح تمام فرائض کی انجام دہی احسن طریقہ کے ساتھ وقت پر انجام دے گا۔

☆ بچے کے دل میں کبھی بھی اپنا ڈر نہ بٹھائیں، ورنہ وہ آپ سے کبھی سچ نہیں بولے گا، اور یہاں جھوٹ بولنے کے سلسلے کا آغاز ہوگا۔

☆ ایک بچے کا دوسرے بچے سے موازنہ نہ کریں خصوصاً جب کہ وہ کچی عمر میں ہو، اس سے اس کے دل میں احساس کمتری پیدا ہوگی۔

دراصل یہ باتیں ایسی ہیں کہ ماں، باپ بننے سے پہلے میاں بیوی کو سیکھنی چاہیے بچے والدین کی زندگی میں کس حد تک اور کتنی خوشحالی لاتے ہیں یہ سب کچھ اس بات پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ بچوں کیساتھ

کیسا سلوک کرتے ہیں۔

بچے اگر جسمانی طور پر بیمار ہوں تو علاج، معالجے سے وہ صحیح ہوجاتے ہیں مگر جب وہ ذہنی طور پر بیمار ہوگئے، تو ان کے رجحانات اور ذہنی ارتقاء غلط سمت کی طرف ڈل جاتی ہے۔

ابن جریر اور ابن منذر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو۔ اور اپنی اولاد کو اوامر پر عمل کرنے کا حکم دو اور ممنوعات سے بچنے کا حکم دو، کیوں کہ یہ تمہارے اور تمہاری اولاد کا آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے جب آنکھ کھولتے ہی احکام شرعیہ کی تلقین سنے گا تو آگے چل کر اس پر عمل بھی کرے گا، اور اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر عمل کرنے کیلئے لائحہ عمل نہیں بنائے گا۔

عبادات کا حکم:

مروا أولادکم با الصلوة وهم ابناء سبع سنين واضربواهم عليها وهم ابناء عشر و فر قوابينهم فی المضاجع

ترجمہ: اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور ان کو مارو نماز چھوڑنے پر جب وہ دس سال کے ہوجائیں ان کے بستر الگ الگ کردو، اس حدیث سے اس بات کا اندازہ لگانا بعید نہیں کہ عبادات کا حکم سات سال کی عمر سے دینا چاہیے۔ اور ملحوظ خاطر امر یہ ہے کہ حضور ﷺ جو کہ رحمۃ اللعلمین ہیں وہ بچے کیلئے سزا کا حکم دے رہے ہیں نماز کے ترک کرنے پر اور ہم دین کے احکام کے علاوہ ہر چیز پر سرزنش کرتے ہیں اور اگر نہیں تو صرف دین کے معاملے میں نہیں پوچھتے۔

احنف بن قیس رضی اللہ عنہ عرب کے مشہور سردار تھے ان کی شان وشوکت ان کی دانائی ان کی بردباری اور جاہ وجلال عرب میں بڑا مشہور تھا۔

حضرت معاویہؓ ان کا بڑا لحاظ فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ بگڑ جائیں تو ایک لاکھ عرب بگڑ جائیں۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہؓ نے ان کو اپنے یہاں بلوایا جب آپ تشریف لائے تو پوچھا ابو بحر: اولاد کے ساتھ سلوک کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

احنف بن قیسؒ نے کہا: اولاد ہماری دلی آرزوؤں کا ثمرہ ہے اور کمر کی ٹیک ہے ہم اس کیلئے اس زمین کی طرح ہیں جو نہایت ہی نرم اور بالکل بے خود ہے ہمارا وجود اولاد کیلئے آسمان کی مانند ہے جو ان پر سایہ کئے ہوئے ہو ہم اسی کے سہارے بڑے بڑے کارنامے انجام دینے کی ہمت کرتے ہیں لہٰذا اولاد اگر آپ سے کچھ مطالبہ کرے تو خوشدلی کیساتھ اسے پورا کیجئے اگر وہ غمزدہ ہو ان کے دل کا غم دور کیجئے آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ سے محبت کرے گی آپ کی پدرانہ کوششوں کو پسند کرے گی اور انہیں سراہئے گی آپ کبھی ان کے لئے ناگوار اور ناقابل برداشت بوجھ نہ بنیں کہ وہ آپ کی زندگی سے اکتا جائیں آپ کی موت چاہنے لگیں اور آپ سے نفرت کرنے لگیں، احنف بن قیسؒ کی اس نصیحت کو بار بار پڑھیں اور اللہ سے دعا کریں اللہ میرے دل ودماغ میں یہ پیوست کردے۔

انبیاء اور فکر اولاد:

اولاد کو دین کی طرف لانے کی فکر اتنی ہی ضروری ہے جتنی اپنی اصلاح ضروری ہے اولاد کو صرف زبانی سمجھانا کافی نہیں جب تک اس کی فکر اور تڑپ ایسی نہ ہو جیسے آگ کی طرف بڑھتے بچہ کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ پورا قرآن کریم اس حکم کی تاکید سے بھرا ہوا ہے چنانچہ انبیا کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وکان یأمر اھلہ باالصلوۃ والزکوۃ

اور حکم کرتا تھا اپنی اولاد کو نماز اور زکوۃ کا۔ (سورۃ مریم:۵۵)

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کا حکم کرتے رہتے تھے ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

وأمر اھلك باالصلوۃ واصطبر علیھا۔

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے۔(طٰہٰ:۱۳۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عجیب ترتیب رکھی ہے بظاہر یہ ہونا چاہیے تھا کہ پہلے خود نماز قائم کریں اور پھر اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں، یہاں ترتیب الٹ دی ہے کہ پہلے اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور پھر خود بھی اس کی پابندی کریں اس ترتیب میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم اور دوسری طاعات کی طرف متوجہ کرنا اس وقت تک مؤثر نہ ہوگا جب تک آپ خود اس کی پابندی نہ کریں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے

صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب کہ ابھی بچے تھے۔ ایک مرتبہ صدقے کی کھجوروں میں ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی، جب حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمایا "کخ کخ" (عربی زبان میں یہ لفظ ایسا ہے جیسا ہماری زبان میں تھو، تھو اور اس کی شناعت کیساتھ اس چیز کو ان کے منہ سے تھکوانا مقصود تھا) جب ہی یہ الفاظ استعمال کئے۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا، اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ ہم بنو ہاشم صدقے کا مال نہیں کھاتے۔

بچوں کو تربیت دینے کا طریقہ

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ والدین یا اساتذہ کو بچے کی سرزنش یا اس کی پٹائی اتنی کرنی چاہیے جس سے اس کے جسم پر نشان نہ پڑیں، اور یہ جو آج کل ریت چلی ہوئی ہے بے تحاشہ مارنے کی یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں اور بعض اوقات اس مار سے بچے کے جسم پر زخم ہو جاتا ہے اور کبھی خون بھی نکل آتا ہے یہ عمل اتنا بڑا گناہ ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گناہ کی معافی کی شکل کیا ہوگی؟ اس لئے کہ اس گناہ کی معافی کس سے مانگے؟ اگر بچے سے مانگے وہ بچہ نابالغ معاف کرنے کا اہل نہیں ہے اس لئے کہ اگر نابالغ بچہ معاف بھی کر دے شرعاً اس کی معافی کا اعتبار نہیں اسلئے جناب والا فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس کی معافی کا کوئی راستہ سمجھ نہیں آتا یہ اتنا خطرناک گناہ ہے۔

اسی لئے حضرت تھانوی رحمہ اللہ ایک اصول بیان فرماتے ہیں جو اگرچہ کلی نہیں اس لئے کہ حالات مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن اکثر و بیشتر اس اصول پر عمل کیا جا سکتا ہے کہ جس وقت کوئی شخص غلط کام کر رہا ہو، ٹھیک اس وقت میں اس کو سزا دینا مناسب نہیں ہوتا بلکہ وقت پر ٹوکنے پر بعض اوقات نقصان ہوتا ہے، اس لئے بعد میں اس کو سمجھا دو یا سزا دینی ہو تو سزا دیدو، دوسرے یہ کہ ہر ہر کام پر بار بار ٹوکنا بھی ٹھیک نہیں ہوتا بلکہ ایک مرتبہ بیٹھا کر سمجھا دو کہ فلاں وقت آپ نے جو کام کیا وہ صحیح نہیں تھا۔ دراصل غصہ ہر انسان کی جبلت میں ہے اور جب انسان کو غصہ آجائے تو وہ اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ پاتا اور حد سے تجاوز ناگزیر ہو جاتا ہے اس لئے اس کا بہترین علاج وہی ہے جو حضرت نے فرمایا ہے۔

۱۔ دس سال کی عمر سے پہلے مارنا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ باوجود اس کے کہ نماز دین کا ستون ہے لیکن اس کے لئے بھی حضور ﷺ نے دس سال کا ذکر فرمایا، کوشش اس بات کی کرنی چاہیے کہ گھر میں عصا لٹکائے رکھے، بچوں پر رعب کیلئے، مگر اس کے استعمال کی نوبت نہ آنے دیں۔

۲۔ اگر مارنا ہو تو دس چھڑیوں سے زیادہ نہ ماریں، اسلئے کہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دس کوڑوں سے زیادہ صرف حدود میں ہی مارنا چاہیئے۔

۳۔ ایسی چھڑی سے ماریں جو نہ بہت موٹی ہو اور نہ بہت باریک۔

۴۔ مارنے کی مدت میں وقفہ رکھیں، اور ہر بار ایک جگہ پر نہ ماریں۔

۵۔ سر، چہرہ، اور شرمگاہ پر نہ ماریں۔

۶۔ جب بچہ اللہ کا واسطہ دے تو اس وقت ہاتھ اٹھالیں کہ وہ اللہ کے ذریعے پناہ طلب کر رہا ہے، حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی اپنے خادم کو مارے اور وہ اللہ کا نام لے تو اپنے ہاتھ کو اٹھالو۔

۷۔ بچے کو اس کے مارنے کی وجہ تفصیل سے بتادیں تاکہ آئندہ وہ اس غلطی سے باز رہے اور اس کو سرزنش اور ساتھ ہی اس کو اس کا متبادل بھی بتادیں، کہ اگر یہ کام کرو گے تو باز پرس نہ ہوگی۔

بچے کو دباؤ میں نہ رکھیں عموماً چار بچے بچوں والے گھروں میں جو بچہ سب سے چھوٹا ہوتا ہے تمام گھر والوں کی تنقید کا نشانہ وہی ہوتا ہے گھر کے تمام بڑے افراد اس کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جیسا کہ یہ کبھی بڑا ہی نہیں ہوگا۔ ہر وقت اس کو جھڑکتے ہی رہتے ہیں اس کے نتائج بہت ہی خراب نکلتے ہیں کہ بسا اوقات ان کا بگاڑ صرف گھر کے اندر خرابی کا باعث ما محلہ میں خرابی کا باعث نہیں ہوتا بلکہ پورے معاشرے کیلئے ایک وبال جان بن جاتا ہے چونکہ چار، پانچ، چھ افراد پر مشتمل یہ کنبہ بھی معاشرے کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے اس کے اندر رونما ہونے والے تمام معاملات کا معاشرے پر اثر انداز ہونا ناگزیر ہے۔

بچوں پر ناجائز دباؤ کے نقصانات:

۱۔ ہر وقت کی ڈانٹ ڈپٹ سے بچہ اپنی ذہنی صلاحیت کھو بیٹھتا ہے۔

۲۔ ایسا بچہ کسی کو اپنی بات سمجھانے سے قاصر رہتا ہے۔

۳۔ اس طرح کے بچے عموماً احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے۔

۴۔ ناامیدی اس میں رچ بس جاتی ہے۔

اس کے علاوہ ایسے بچے جب اپنے جذبات مجروح ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اپنی خواہشات کا گلا گھٹتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ان کو صحیح رہنمائی نہیں ملتی اور ان کے جذبات واحساسات کی ترجمانی صحیح طور پر نہیں ہوتی تو ایسے بچے بچپن ہی سے غلط احساسات کا شکار ہوتے ہیں اور احساس کمتری ان میں جنم لیتی ہے۔ ان کی صلاحیتیں جو مثبت طور پر استعمال ہوتی تھیں وہ منفی رخ اختیار کر لیتی ہیں اور وہ بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں اور غلط لوگوں میں اٹھنا، بیٹھنا شروع کر دیتے ہیں۔ جہاں ان کی منفی سوچ کو مزید

تقویت ملتی ہے۔ ان افراد میں ان کی دکھی بپتا سننے والے بہت ہوتے ہیں کیوں کہ وہ لوگ بھی انہی احوال کے ستم رسیدہ ہوتے ہیں۔

اور اللہ نہ کرے بعض اوقات ایسے بچے ایسی صورتحال میں نشے کی طرف راغب ہوجاتے ہیں، اور اس زہر قاتل کو اپنے اندر گھولتے رہتے ہیں تھوڑا سا سکون جو انہیں گھر میں نصیب نہیں اس دھوئیں سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ یہ دھوئیں کے بادل وقتی طور پر تو ذہنی سکون کا کام دیں گے۔ مگر ان بادلوں سے برسنے والا پانی آبِ حیات نہیں بلکہ سم قاتل ہوگا۔

بچوں کو آپ کی انفرادی توجہ چاہئے!

''معصومیت'' ہر بچے کی قدرتی صفت ہے یہ شخصیت کے چند مثبت پہلوؤں تعجب تجسس، سیکھنے کی جستجو، بے ساختگی قوت اور کھیل سے رغبت کی طرح سے عفوان شباب تک ہر ایک میں موجود رہتی ہے تاوقتیکہ وہ بے راہ رو نہ ہوجائیں یا ظلم وزیادتی سے اسے دبا نہ دیا جائے۔ اگر والدین بچوں کی عادات اور شخصیت کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں تو انہیں بچپن کے رسمی تصور کے برعکس اس بات کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ہر بچہ معصوم، حسین، ذہین اور صرف لائق شفقت نہیں ہوتا۔ کچھ بچے فطرتاً مختلف ہوتے ہیں، اور ممکنہ طور پر برائی کی طرف مائل ہوتے ہیں ایسی صورت میں اساتذہ اور والدین ان پر انفرادی توجہ دیکر اس مشکل پر قابو پاسکتے ہیں۔

اپنی اولاد کی صحیح تربیت اس وقت ہوسکتی ہے جب اولاد اپنے والدین کی دل سے عزت کریں اور ان کے ذہنوں میں والدین کا کوئی مقام ہو وہ اپنے والدین سے حیاء کرتے ہوں۔ ان کے سامنے کوئی نامناسب حرکت کرتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہوں لیکن یہ سب اس وقت ممکن ہے جب والدین بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ اگر کبھی کوئی غلط کام کرتے ہوئے بچے پر نظر پڑ جائے تو اس وقت بالکل انہیں نہ ٹوکیں اور نہ موقع پر انہیں ڈانٹیں بلکہ خود کو بچوں کے سامنے ہرگز ظاہر نہ کریں حتیٰ کہ اگر بچوں نے دیکھ بھی لیا ہو تو بالکل انجان بن جائیں جیسے کہ آپ نے کچھ نہیں دیکھا۔

امام رازی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ماؤں کو بچوں کی تربیت میں سب سے پہلے یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ یہ بچے اپنے نہیں بلکہ قوم کے ہیں اگر ان کے اندر کسی قسم کی خرابی پیدا کی گئی تو یہ قوم کیساتھ بے ایمانی اور غداری ہوگی اور ایسی خیانت ہوگی کہ اس کا بدلہ نہیں ہوگا۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماں کی گود بچے کیلئے ابتدائی مکتب ہے اگر مکتب میں اس کی بہترین تربیت ہوئی تو آخر تک اس کی اسی طرز پر تعلیم وتربیت ہوتی رہے گی اور اگر خدانخواستہ شروع ہی سے بری صحبت یا تربیت ہوئی تو بہت مشکل ہے کہ پھر آئندہ اس کی اصلاح ہو۔

اس میں شک نہیں کہ آج کل زندگیاں مصروف ہیں۔ اوقات محدود ہو گئے۔ لیکن ہر شخص اتنا تو کر سکتا ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں سے روزانہ پانچ دس منٹ نکال لے اور اپنے ماتحتوں کو کچھ وعظ کر دے یا حدیث سنا دے یا دین کے کسی حکم کی ترغیب دے دے اگر یہ ترتیب برقرار رکھے گا۔ تو یہ انشاء اللہ اس کے اور اس کے ماتحتوں کیلئے نفع بخش ہوگی۔

حواشی وحوالہ جات:

(۱) صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ والادب 2609

(۲) صحیح مسلم: کتاب الاشربۃ باب آداب الطعام والشراب واحکامھما 2022

(۳) سنن الترمذی: کتاب الاحکام، باب فی الوقف 1376

(۴) سنن ابن ماجہ: کتاب الادب باب برالوالدین والاحسان الی البنات 3676

(۵) صحیح البخاری کتاب: کتاب الجمعۃ 893

(۶) مغربی تمدن کی ایک جھلک صفحہ نمبر 100,99

(۷) تربیتِ اولاد کے سنہرے اصول صفحہ نمبر 45

(۸) جامع الاحادیث حدیث نمبر 20964

(۹) جامع الاحادیث حدیث نمبر 14087

(۱۰) سنن ابی داؤد: کتاب الطھارۃ حدیث نمبر 8

(۱۱) سنن ابی داؤد: کتاب الحدود باب فی ضرب وجہ 4495

(۱۲) صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ والادب باب فضل الرفق 2592

(۱۳) صحیح البخاری: کتاب الأدب، باب رحمۃ الناس والبھائم 6010

(۱۴) مصنف عبدالرزاق کتاب العقول باب ضرب النساء والغلام حدیث 17963

(۱۵) سنن ابن ماجہ: کتاب الأدب باب برالوالدین والاحسان حدیث 3671

(۱۶) فیض القدیر جلد ۷ ص 158

(۱۷) سنن ابی داؤد: کتاب الصلوۃ باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ حدیث 495

(۱۸) صحیح مسلم کتاب الزکاۃ حدیث 1069

(۱۹) اصلاحی خطبات جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۱۸

(۲۰) جامع الاصول جلد نمبر ۴ صفحہ 657

(۲۱) صحیح البخاری کتاب الوضوء باب صب الماء علی البول فی المسجد حدیث نمبر 220

(۲۲) احیاء العلوم

(۲۳) نوادر الاصول

(۲۴) فتح الباری: ج ۱۵ ص ۱۹۱

(۲۵) سورۃ مریم آیت نمبر: ۵۵